Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 165-182
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

احادیثِ احکام سے استدلال واستنباط میں علامہ ابن بطالؒ کا منہج واسلوب

The Methodology and Approach of Allāma Ibn Battāl in Deriving and Deducing from Ahadith-e-Ahkām

Muhammad Jahangir
Ph.D Scholar Department of Islamic studies, Govt. College University, Faisalabad.
abumuhammad7860@gmail.com

Dr. Mufti Maqsood Ur Rehman
Imam & Khateeb, Jamia Masjid Ahsan-e-Noor, Shah Latif Town, Karachi.
maqsoodrehman125@gmail.com

Abstract

Allama Ibn Battal was great and virtuous religious scholar of the fifth century Hijri. Hafiz Ibn Hajar used Sahih Bukhari's "Sharh Ibn Batal" in his famous Sharh "Fath al-Bari". The main topic of "Sharh Ibn Battal" is interpretation and explanation of hadith rules. Allama Ibn Batal seems to be discussing the jurisprudential aspect of blessed hadiths in his shareh by adopting different methods and methods. In the following pages, the method of Allama Ibn Battal regarding the interpretation and explanation of the hadith rulings has been discussed
And in the interpretation and explanation of hadiths, in what manner do they present jurisprudential issues and debates ?

Keywords
Methodology, Approach, Ibn Battal, Ahadith-e-Akhām, Style, Interpretation

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1 موضوع کا تعارف

علامہ ابن بطالؒ پانچویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم دین تھے، صحیح بخاری پر آپ کی شرح جو "شرح ابن بطال" کے نام سے مشہور ہے اسے شروحِ بخاری میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری کی اپنی مشہورِ زمانہ شرح "فتح الباری" کی تصنیف میں جابجا "شرح ابن بطال" سے استفادہ کیا ہے۔ "شرح ابن بطال" کا بنیادی موضوع احادیث احکام کی تشریح و تفصیل ہے۔ علامہ ابن بطالؒ مختلف مناہج واسالیب اختیار فرماتے ہوئے اپنی شرح میں احادیث مبارکہ کے فقہی پہلو پر گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں احادیث احکام کی تشریح وتفصیل کے حوالے سے علامہ ابن بطالؒ کے طریقہ کار پر گفتگو کی گئی ہے، کہ آپؒ احادیث احکام کی تشریح میں کون کون سے مناہج واسالیب اختیار فرمائے ہیں، اور احادیث کی تشریح وتفصیل کے وقت فقہی مسائل ومباحث کس انداز سے پیش فرماتے ہیں؟

2 تعارفِ مؤلف

شرح ابن بطال کے مصنف علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن بطال بکری قرطبی رحمہ اللہ اندلس کے علاقے قرطبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ علمِ حدیث اور فقہ کے ماہر تھے۔ اندلس کے شہر ویلنشیا میں آپ کی رہائش تھی۔ لورقہ کے قلعے میں آپؒ نے قضاء کی منصب بھی سنبھالی تھی۔ مشہور مالکی محدث علامہ ابن عبد البرؒ آپ کے شاگرد ہیں 1۔ ابن بشکوالؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "وكان من أهل العلم والمعرفة والفهم، مليح الخط، حسن الضبط، عني بالحديث العناية التامة، وأتقن ما قيد منه." ”آپؒ علم ومعرفت اور فہمِ سلم کے مالک تھے، خوشخط اور صاحب ضبط تھے، علمِ حدیث سے آپ کو خصوصی شغف تھا، اور اس میدان میں خوب مہارت حاصل کی تھی“۔ قاضی عیاضؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: وكان ابن بطّال - رحمه الله - نبيلا جليلا متصرفا.2 ”ابن بطالؒ شریف، باوقار اور ماہر عالم تھے“۔ آپؒ نے بدھ کی شب ماہِ صفر کی آخری تاریخ سنہ 449 ہجری کو ویلنشیا اندلس میں وفات پائی۔

3 تعارفِ کتاب

شرح ابن بطال صحیح بخاریؒ پر علامہ ابن بطالؒ کی فقہ الحدیث کے حوالے سے ایک بہترین شرح ہے، اصل کتاب پانچ مجلدات میں ہے، بعد میں مکتبۃ الرشد ریاض سعودی عرب اور دارالکتب العلمیۃ بیروت سے دس جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ شرح ابن بطال کی اہمیت اور قدر وقیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ان چند شروحات میں سے ایک ہے جن کی بنیاد پر حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مایہ ناز شرح صحیح بخاری "فتح الباری" تالیف کی ہے، فتح الباری میں جابجا شرح ابن بطال کا حوالہ وارد ہے۔ شرح ابن بطالؒ میں

صحیح بخاری کی تمام احادیث کا استیعاب نہیں کیا گیا، بلکہ منتخب کتب اور ابواب کی تشریح پیش کی گئی ہے۔ شارح باب کا نام ذکر کر کے اس کے تحت فقط صحابی کے نام کے ساتھ احادیث بیان کرتے ہیں، اور ان کے تحت مختصر انداز میں تشریح پیش کرتے ہیں۔ اس تشریح میں عمومی طور پر مشکل الفاظ کی وضاحت، فقہی مسائل، فقہاء کے اختلافات اور دلائل کی روشنی میں راجح مؤقف کی تعیین و تشریح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

4 احادیثِ احکام کی تشریح کے مناہج

شرح ابن بطال کا بنیادی موضوع احادیث احکام کی تشریح و تفصیل ہے۔ علامہ ابن بطالؒ شرعی احکام سے متعلق احادیث کی مکمل تشریح و توضیح کا اہتمام فرماتے ہیں، ہر باب کے تحت احادیث باب سے مستنبط ہونے والے احکام کے حوالے سے فقہاء کے مذاہب واختلافات اور دلائل و مناقشات بہترین انداز میں بیان کرتے ہیں۔ چونکہ علامہ ابن بطالؒ کا فقہ مالکی کے پیروکار ہیں، اس بناء پر اکثر مواقع پر امام مالکؒ کے مؤقف کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن بطالؒ نے اپنی شرح میں تعصبانہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کیا ہے، اور دلائل کی روشنی درست مؤقف اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بناء پر بہت سارے مواقع پر علامہ ابن بطالؒ امام مالکؒ کے مؤقف کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں احادیثِ احکام کی تشریح و تفصیل کے حوالے سے شرح ابن بطال میں علامہ ابن بطالؒ کے مناہج واسالیب پیش کیے جائیں گے، اور ہر ایک اسلوب کی کتاب سے مثال دے اس کی توضیح و تفصیل کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

4.1 اتفاقی مسائل میں اختصار سے کام لیتے ہوئے تشریح کرنا

علامہ ابن بطالؒ احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت سب سے پہلے ان احادیث سے مستنبط ہونے والے مسائل کی تعیین کرتے جن پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جن میں اختلاف ہے۔ چونکہ اتفاقی مسائل میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے ان مسائل میں اختصار سے کام لیتے ہوئے ان کے دلائل کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جیسے "باب لا تقبل صلاة بغير طهور" کے تحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی گئی ہے:

> لا تُقْبَلُ صَلاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ.قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ. 3
>
> جس کا وضو ٹوٹ جائے تو جب تک وہ نیا وضو نہ کرے اس کی نماز درست نہیں ہو گی۔ حضرموت کے ایک شخص نے استفسار کیا: اے ابوہریرہ! وضو ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بلا آواز یا آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونا۔

علامہ ابن بطالؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اس کے تحت پہلا مسئلہ بیان کرتے ہیں جس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے، چونکہ مسئلہ اتفاقی ہے، اس لیے مزید تفصیل سے گریز کرتے ہوئے مختصر طور پر مسئلے کی دلیل کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفاء فرماتے ہیں:

أجمعت الأمة على أنه لا تجزئ صلاة إلا بطهارة، على ما جاء في الحديث. 4

پوری امت کا اس مسئلے پر اجماع ہے کہ نماز صرف طہارت کی صورت میں درست ہو گی جیسا کہ حدیث باب میں وارد ہے۔

اب چونکہ یہاں مسئلہ اجماعی ہے، تو شارح غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے مختصر انداز میں مسئلہ بیان کر کے اس کی دلیل کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء فرما رہے ہیں۔

4.2 اختلافی مسائل میں امام مالک کے مؤقف کی تفصیل پیش کر کے تشریح کرنا

چونکہ علامہ ابن بطالؒ مالکی مسلک کے پیروکار ہیں، اس بناء پر احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت امام مالکؒ کے مؤقف کو خاص اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔ اس اہتمام کے پیش نظر بعض مواقع پر فقہی مسائل کی تفصیل میں امام مالکؒ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے ان کی طرف منسوب مختلف اقوال اور مذاہب بیان کرتے ہیں جو بعض اوقات باہمی متعارض ہوتے ہیں، لیکن اس دوران راجح مؤقف کی تعیین نہیں فرماتے، جس سے قاری کو بہر حال اس تشنگی کا احساس ہوتا رہتا ہے کہ امام مالکؒ کا مختار اور مفتٰی بہ مسلک ان میں سے کونسا ہے؟ جیسا کہ "باب من لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن" کے تحت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اس روایت نقل کی گئی ہے:

شَكَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) الرَّجُلُ الَّذِى يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّىْءَ فِى الصَّلاةِ، فَقَالَ: لا يَنْفَتِلْ أَوْ لا ينْصَرِفْ حَتَّى يسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يجِدَ رِيحًا.5

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی کہ اسے نماز میں (وضو ٹوٹنے کے) وسوسے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا بدبو محسوس نہ ہو تب تک نماز چھوڑ کر واپس (وضو کرنے) مت لوٹو۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے وضوء ٹوٹنے میں شک کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔ اس مسئلے میں امام مالکؒ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے کی تین باہمی متعارض اقوال نقل کیے ہیں: پہلا قول ابن قاسمؒ کی روایت سے نقل کیا ہے:

أن من شك فى الحدث بعد تيقن الطهارة فعليه الوضوء.

جس شخص کو طہارت کے یقین کے بعد وضو ٹوٹنے میں شک ہو تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔

"دوسرا قول ابن وھبؒ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

"أحب إليَّ أن يتوضأ. "میرے ہاں بہتر یہ ہے کہ مذکورہ شخص وضو کرلے"۔

تیسرا قول ابن نافعؒ کے واسطے سے روایت کیا ہے:"أنه لا وضوء عليه. [6]"مذکورہ شخص پر وضو کرنا لازم نہیں"۔

اس مسئلے میں شارح نے امام مالکؒ کے تین مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن میں سے پہلے قول کے مطابق مذکوہ شخص کے لیے وضو کے وجوب اور دوسرے کے مطابق استحباب ثابت ہوتا ہے، جبکہ تیسرے قول کے مطابق کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اقوال باہمی متعارض ہیں، لیکن شارح نے ان میں سے کسی قول کی ترجیح یا تصویب کی طرف اشارہ ہی نہیں کیا جو بلاشبہ ایک ضروری امر تھا؛ تاکہ قاری کا ذہن کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

4.3 اجماعی مسئلہ میں اختلاف کرنے والے پر نکیر کرکے تشریح کرنا

علامہ ابن بطالؒ احکام سے متعلق احادیث نبویہ کی تشریح میں جمہور کلے اجماعی مؤقف کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں، چنانچہ بعض مواقع پر جمہور کے اجماعی مؤقف کے ساتھ اختلاف کرنے والوں پر سخت الفاظ کے ساتھ نکیر کرکے خوب اہتمام کے ساتھ ان کے مؤقف اور دلائل کی تردید کا اہتمام فرماتے ہیں۔

جیسے"باب التسمية على كل حال، وعند الوقاع"کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی گئی ہے:

"لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ.[7]

اگر کوئی شخص ہمبستری سے قبل یہ دعا: : بِاسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا.... الخ (میں اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے اور مجھے نصیب ہونے والی اولاد کو شیطان کے شر محفوظ فرما۔) پڑھے، تو اگر (اس رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے) انہیں اولاد دینے کا فیصلہ ہوا تو وہ بچے شیطان کے شر سے حفاظت میں رہے گا۔

اس حدیث سے وضوء کے شروع میں بسم اللہ کے مستحب ہونے کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيه: أن التسمية عند ابتداء كل عمل مستحبة، تبركا بها واستشعارا أن الله سبحانه هو الميسر لذلك العمل، والمعين عليه. وكذلك استحب مالك وعامة أئمة الفتوى التسمية عند الوضوء.

حدیث باب سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل کے شروع میں بسم اللہ برکت کے واسطے پڑھنا مستحب ہے، نیز اس یاد ہانی کے واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس عمل کی توفیق دینے والا اور اس میں معاونت کرنے والا

ہے۔ اسی طرح امام مالکؒ اور جمہور علماء وضوء کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔

اس مسئلے میں جمہور کے بعض اہلِ علم اختلاف کرتے ہوئے وضوء کے شروع میں بسم اللہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ شارح پہلے سخت الفاظ میں ان پر نکیر فرماتے ہیں:

"وذهب بعض من زعم أنه من أهل العلم إلى أن التسمية فرض فى الوضوء.

"بعض لوگ جو اپنے آپ کو اہلِ علم گردانتے ہیں ان کا مذہب یہ ہے بسم اللہ وضو میں فرض ہے"۔

پھر ان کے دلائل ذکر کرکے ان کا جواب پیش کرتے ہیں:

فإن قيل: فقد روي عن النبى (صلى الله عليه وسلم) ، أنه قال:لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه.

پس اگر کوئی اشکال کرے کہ آپ ﷺ کا ارشاد وارد ہے کہ جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا۔

شارح اس اشکال کے تین جوابات بیان کرتے ہیں:

پہلا جواب: "قد قال أحمد بن حنبل: لا يصح فى ذلك حديث" "امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں"۔

دوسرا جواب: ولو صح لكان معناه لا وضوء كاملا. "اگر بالفرض اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اس سے مراد یہ ہو گا کہ بسم اللہ کے بغیر وضو کامل نہیں ہوتا"۔

تیسرا جواب: "وهذا الذى أوجب التسمية عند الوضوء....إلخ"[8] "یہ فریق جو وضو میں بسم واجب قرار دیتا ہے" غسل جنابت و حیض میں بسم اللہ واجب قرار نہیں دیتا، حالانکہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ غسل جنابت کے بعد مستقل وضو کیے بغیر نماز پڑھنا درست ہے۔

4.4 احادیث احکام کی تشریح میں تحقیقی کلام کرنا

علامہ ابن بطالؒ احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت سرسری گفتگو کے بجائے تحقیقی کلام کرتے نظر آتے ہیں، فقہی احکامات اور فقہاء کے اختلافات میں بعض اوقات ایسے اختلافات ہوتے جو بظاہر تو اختلاف نظر آتا ہے، لیکن در حقیقت دونوں کا مآل ایک ہوتا ہے، جس کو اصول فقہ کی اصطلاح میں اختلافِ لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات دو مسالک باہمی متفق نظر آتے ہیں، لیکن بعد از تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی حقیقت الگ ہے، اور ظاہری اتفاق حقیقت اور مآل کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ ایسے مواقع پر تحقیق اور تنقیح سے کام لینا از حد ضروری ہے، ورنہ ساری محنت خلط مبحث کی صورت میں ضائع ہو جاتی ہے، اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قاری کی تشنگی ختم ہونے کے بجائے الجھن میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

جیسے قربانی کے حوالے سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک سنت اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک وجوب کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بظاہر یوں معلوم ہو رہا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اس مسئلے کے حوالے سے آپس میں اتفاق ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ اختلاف ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے ہاں سنت دو معنیٰ میں مشترک ہے: واجب اور مستحب۔ یہاں قربانی امام شافعیؒ کے ہاں سنت دوسرے معنیٰ میں ہے۔ یعنی ان کے ہاں قربانی کرنا نیکی اور ثواب کا کام ہے، لیکن اگر کوئی قربانی نہ کرے تو اس پر گناہ نہیں۔ اس کے مقابلے میں امام مالکؒ کے ہاں قربانی سنت بمعنیٰ اول ہے۔ یعنی ان کے ہاں قربانی کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص استطاعت کے باجود قربانی نہ کرے تو وہ گنہگار ہو گا۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اس مسئلے کے حوالے سے آپس میں اتفاق ہے۔ لیکن در حقیقت دونوں کا مؤقف ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ بلکہ امام مالکؒ کا اگرچہ ظاہری طور پر امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ اختلاف ہے، لیکن در حقیقت یہ اختلاف صرف لفظی حقیقت میں دونوں کا مؤقف ایک ہے۔

علامہ ابن بطال "باب سنة الأضحية" کے تحت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّي، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ.9

اس دن ہم اعمال کی ابتداء نماز سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد عید گاہ سے واپس آکر قربانی کرتے ہیں۔ جو اس طرح (نمازِ عید کے بعد قربانی) کرے تو اس نے ہماری سنت پر عمل کیا۔ اور جس نے اس (نمازِ عید سے قبل) قربانی کا جانور ذبح کیا تو یہ اس نے گھر والوں کے لیے جلدی گوشت مہیا کیا۔ اس عمل کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ نے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے قربانی کو صرف سنت کہنے پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ تحقیقی اسلوب اپناتے ہوئے ہر ایک کا مسلک وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذكر ابن حبيب عن مالك أنه قال: الأضحية سنة لا رخصة لأحد في تركها. وفي المدونة من اشترى أضحية فحبسها حية حتى ذهبت أيام الذبح أنه آثم؛ إذ لم يضح بها. وروى عنه أنه إن تركها بئس ما صنع، وهذا إنما يطلق في ترك الواجب.

جس کا خلاصہ یہی ہے کہ امام مالکؒ قربانی کو سنت قرار دیتے ہیں، لیکن اس سے مراد لازمی سنت یعنی واجب ہے۔ اس طرح امام شافعیؒ کا مسلک بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وقال الشافعي: الأضحية سنة وتطوع، وليست بواجبة. [10]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قربانی سنت اور نفلی عمل ہے، لازم نہیں۔

4.5 امام طحاویؒ کی توجیہ کے ساتھ تشریح کرنا

امام طحاویؒ کا احادیث احکام کی تشریح میں ایک بلند مقام ہے، آپ کی تصنیفات شرح معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار احادیث احکام کی تشریح وتوجیہ کے باب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس بناء پر علامہ ابن بطالؒ اپنی کتاب میں امام طحاویؒ کی توجیہ واستدلال کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں، اور احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت جابجا امام طحاویؒ کے استدلالات اور توجیہات سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ "باب لا يستنجي بروث" کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے:"

أَتَى النَّبِيُّ، صلى الله عليه وسلم الْغَائِطَ، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلاثَةِ أَحْجَارٍ...... الخ" [11]

نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جانے لگے تو مجھے تین پتھر لانے کا حکم دیا.....الخ"

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ استنجاء میں صفائی کے لیے استعمال ہونے والے ڈھیلوں کی تعداد کے حوالے سے فقہاء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واختلف العلماء فى عدد الأحجار، فذهب مالك، وأبو حنيفة إلى أنه إن اقتصر على دون ثلاثة أحجار مع الإنقاء جاز. وقال الشافعي: لا يجوز الاقتصار على دون ثلاثة أحجار وإن أنقى.

استنجاء میں استعمال ہونے والے ڈھیلوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی تین کم ڈھیلوں پر اکتفاء کرتے ہوئے صفائی کرلے تو جائز ہے، جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تین سے کم ڈھیلوں پر اکتفاء جائز نہیں اگرچہ صفائی حاصل ہو جائے۔

شارح کا رجحان فریق اول کی طرف ہے، اس بناء پر حدیث باب سے اپنے مؤقف پر استدلال کی کوشش کرتے ہیں، اس سلسلے میں امام طحاویؒ کی توجیہ پیش کر کے اپنا استدلال واضح اور مدلل کر رہے ہیں:

"قال الطحاوى: وفى هذا الحديث دليل على أن عدد الأحجار ليس فرض، وذلك أنه (صلى الله عليه وسلم) ، قعد للغائط فى مكان ليس فيه أحجار...... ولأمر عبد الله أن يبغيه ثالثا. 12

طحاویؒ فرماتے ہیں: حدیثِ باب اس امر پر دلیل ہے کہ (استنجاء میں) ڈھیلوں کی (متعین) تعداد فرض نہیں، اس استدلال کی توضیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے تین ڈھیلے دے دو۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے ایسی جگہ گئے جہاں ڈھیلے موجود نہیں تھے، کیونکہ اگر وہاں ڈھیلے ہوتے تو دوسری جگہ سے لانے کی کیا ضرورت تھی؟ پس جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو ڈھیلے اور ایک لید کا ٹکڑا لے آئے

تو آپ ﷺ نے لید پھینک کر ڈھیلے لے لیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح تین ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء درست ہے اسی طرح دو ڈھیلوں کے ساتھ بھی درست ہے۔ کیونکہ اگر تین ڈھیلے لازمی ہوتے تو آپ ﷺ دو ڈھیلوں پر اکتفاء نہ فرماتے، بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تیسرا ڈھیلا ڈھونڈ لانے کا حکم فرماتے۔"

4.6 مہلبؒ کے قول کے ساتھ تشریح کرنا

صحیح بخاریؒ کے اولین شارحین میں سے ایک نام مہلب بن ابی صفرہ گا ہے، یہ مشہور سپہ سالار کے علاوہ ایک اور شخصیت ہیں جن کے بارے میں علامہ ذھبیؒ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

"المهلب بن أحمد بن أبي صفرة أسيد بن عبيد الله، الأسدي الأندلسي المريي، مصنف شرح صحيح البخاري. وكان أحد الأئمة الفصحاء، الموصوفين بالذكاء..... توفي في شوال سنة خمس وثلاثين وأربع مائة."13

مہلب بن احمد بن ابی صفرہ اسید بن عبد اللہ اسدی اندلسی مریی کتابوں کے مصنف ہیں، جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔ آپؒ فصاحت اور ذکاوت کے ساتھ مشہور تھے....... آپؒ نے سنہ 435ھ کو وفات پائی۔

علامہ ابن بطالؒ مہلبؒ کی تشریحات کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں، اور اپنی شرح میں جابجا احادیث کی تشریح میں آپؒ کے بیان کردہ توجیہات اور استدلالات سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

جیسے "باب أصحاب الحراب في المسجد" کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے:

" لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي، وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ.14

ایک دن حبشی لوگ مسجد نبوی کے صحن میں (نیزوں کے ساتھ) کھیل رہے تھے، رسول اللہ ﷺ میرے حجرے کے دوازے پر کھڑے ہوئے اور اپنی چادر مبارک سے مجھے پردہ کروایا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ مہلبؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال المهلب: المسجد موضوع لأمر جماعة المسلمين، فما كان من الأعمال مما يجمع منفعة الدين وأهله، فهو جائز فى المسجد، واللعب بالحراب من تدريب الجوارح على معانى الحروب، وهو من الاشتداد للعدوِّ، والقوة على الحرب فهو جائز فى المسجد وغيره. 15

مہلبؒ فرماتے ہیں کہ مسجد مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے انجام دہی کی جگہ ہے، پس جو اعمال دین اور اہلِ دین کے اجتماعی فائدے کے ہیں مسجد میں ان کو بجالانا جائز ہے۔ نیزہ بازی جہاد کی تربیت اور تیاری ہے، جس سے دشمن کے مقابلے میں قوت اور جہاد کی طاقت میسر آتی ہے، لہذا مسجد میں نیزہ بازی جائز ہے۔

دراصل اس حدیث سے علامہ ابن بطالؒ مسجد میں مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کے امور سرانجام دینے کے جواز کا مسئلہ مستنبط کررہے ہیں، جس کے لیے انہوں نے بطور دلیل و تائید مہلبؒ کا قول پیش کردیا، جس سے مسجد میں ان امور کے جواز کا بیان ہے۔

4.7 ابن قصارؒ کے قول کے ساتھ تشریح کرنا

علامہ ابن بطالؒ مالکی مسلک کے پیروکار ہیں، اس بناء پر یہ امر لازمی ہے کہ احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت آپؒ فقہائے مالکیہ کے اقوال و تحقیقات سے استفادہ کریں گے۔ اس سلسلے میں ایک نمایاں نام علامہ ابن قصارؒ کا ہے، جو کہ فقہ مالکی کے مشہور فقیہ اور اصولی عالم ہیں۔ آپؒ کا پورانام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی ہے۔ آپؒ بغداد میں قاضی بھی رہے ہیں۔ اختلافی مسائل میں آپؒ نے ایک شاندار کتاب لکھی ہے، جس کے بارے میں ابو اسحاق شیرازیؒ کا بیان ہے:

لا أعرف لهم كتابا في الخلاف أحسن منه .

اختلافی مسائل کے موضوع پر اس سے بہترین کتاب میں نے نہیں دیکھی۔

ابوذرؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:" هو أفقه من لقيت من المالكيين، وكان ثقة قليل الحديث.[16] ”جتنے بھی مالکی فقہاء کے ساتھ میرے ملاقات ہوئی ان میں آپ سے بڑے فقیہ ہیں، آپ ثقہ لیکن قلیل الروایہ ہیں۔“ جیسا کہ "كتاب الحج وجوب الحج وفضله وقول الله تعالى: (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ)." کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

كان الفضل بن عباس رديف رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ، فجاءت امرأة من خثعم.......الخ.[17]

”حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے سوار تھے۔ اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی......الخ“

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ نے حج کی فرضیت اور اس کے لیے استطاعت کی تفصیل بیان کی ہے، اور اس استطاعت کی تحدید و تعیین میں فقائے کرام کے مابین اختلاف نقل کیا ہے۔ جس میں امام مالکؒ اور چند دیگر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ جو شخص پیدل

کعبہ تک جاسکتا ہے تو وہ صاحب استطاعت ہے اور اس پر حج لازم ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ کا مؤقف یہ ہے کہ استطاعت سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے، جس شخص کو یہ چیزیں میسر ہیں تو اسی پر حج لازم ہے۔ اس اختلافی مسئلے میں امام مالکؒ کے مؤقف کو ترجیح دینے کے لیے علامہ ابن بطالؒ ابن قصارؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن القصار: والاستطاعة فى لسان العرب القدرة، فإن جعلناها فى كل قادر جاز، سواء قدر ببدنه........ الخ18

ابن قصارؒ فرماتے ہیں کہ استطاعت عربی زبان میں قدرت کو کہا جاتا ہے، پس ہم استطاعت سے ہم یہ مفہوم بھی لے سکتے ہیں کہ بندے کو کسی قسم کی قدرت حاصل ہو، چاہے مالی قدرت ہو، جسمانی قدرت ہو یا مالی وجسمانی دونوں قدرتیں حاصل ہو۔

اور ہم استطاعت سے یہ مفہوم بھی مراد لے سکتے ہیں کہ استطاعت کی حقیقت دراصل وہ قدرت کی صفت ہے جو بندے کی ذات میں موجود ہو، جس طرح کہ بولنے، کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی صفات کے ساتھ بندہ موصوف ہوتا ہے، پس اس صورت میں استطاعت سے مراد انسانی صفت ہوگی، اور یہ صرف جسمانی استطاعت کی صورت میں ہوگی نہ کہ مالی استطاعت کی صورت میں۔"
اس تفصیل سے علامہ ابن بطالؒ امام مالکؒ کے مؤقف کو راجح قرار دے رہے ہیں جس کا خلاصہ یہی ہے کہ استطاعت سے مراد جسمانی قدرت ہے، کہ اگر کوئی سواری اور زادِ راہ کے بجائے صرف پیدل جانے پر قادر ہو تو اس پر بھی حج لازم ہے۔

4.8 تشریح کرتے وقت احادیث کے مابین تعارض رفع کرنے کا اہتمام کرنا

احادیث احکام کی تفصیل و تشریح کا ایک اہم باب حل تعارض ہے، بعض اوقات ظاہری طور دو احادیث کا مفہوم باہمی متعارض نظر آتا ہے۔ اس تعارض کو تطبیق یا ترجیح وغیرہ کے ذریعے رفع کرکے ہی ان احادیث کا صحیح مطلب معلوم کیا جاسکتا ہے اور ان سے احکامات کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ اس بناء پر علامہ ابن بطالؒ احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت احادیث متعارضہ کے مابین تعارض حل کرنے کا بھی اہتمام فرماتے رہتے ہیں۔ جیسے "باب سفر الاثنين" کے عنوان کے تحت حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے:

انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ الرسول صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَنَا - أَنَا وَصَاحِبٍ لِي -: أَذِّنَا وَأَقِيمَا، وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.19

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرکے واپس ہونے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے اور میرے ساتھی کو مخاطب کرکے فرمایا: "(جب تم پر نماز کا وقت آئے تو) اذان دو، اقامت کہو اور جو تم دونوں میں سے بڑا ہو وہ

تمہارا امام بن جائے۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ اشکال کرے کہ آپ ﷺ حدیث باب کے ساتھ دوسری حدیث متعارض ہے، جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "الراکب شیطان، والراکبان شیطانان." "ایک سوار (جو اکیلا سفر پر نکلا ہو) شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں"۔ اسی طرح اس حدیث کے ساتھ بھی تعارض ہے جس میں آپ ﷺ نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر ابن بطالؒ اس تعارض کو امام طبریؒ کے قول سے رفع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الطبرى: ونهيه عن سفر الرجل وحده والإثنين نهى أدب وإرشاد لما يخشى على فاعل ذلك من الوحشة بالوحدة لا نهى تحريم...... إلخ". 20

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں ایک یا دو افراد کو اکیلے سفر سے منع کرنا محض ایک ادب اور نصیحت کے طور پر ہے؛ کیونکہ اکیلے سفر کی صورت میں تنہائی کیوجہ سے وحشت محسوس ہوتی ہے۔ یہ نہی تحریم کے واسطے نہیں۔

جس طرح آپ ﷺ نے برتن کے بیچ میں سے کھانے سے، مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا پانی پینے سے اور کھلی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ یہ سب آپ ﷺ کی طرف امت کے فائدے کے واسطے نصائح اور آداب ہیں۔ یہ کوئی شرعی احکامات نہیں جن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں گناہ لازم آئے۔ اس طرح سے علامہ ابن بطالؒ نے دونوں قسم کی روایات میں بظاہر پیدا ہونے والے تعارض کو رفع کر دیا کہ اکیلے سفر کی ممانعت محض نصیحت کے طور پر ہے، لہٰذا ان احادیث کی بنیاد پر حدیث باب پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو گا۔

4.9 سوال وجواب کی شکل میں تشریح کرنا

بعض اوقات احادیث احکام کی تشریح وتفصیل کے دوران کوئی اشکال سامنے آنے کا امکان ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر مناسب طریقہ یہی ہے کہ اس اشکال کو واضح کرکے اس کا جواب پیش کیا جائے اور اس ضمن میں مزید احکام وتفاصیل بھی واضح کیے جائیں۔ اس اسلوب سے قاری کو تشفی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے، اور مطالعے میں انہماک بڑھتا رہتا ہے۔ نیز یہ اسلوب اختیار کرنے سے شریعت مطہرہ پر ہونے والے اشکالات کا دفعیہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ علامہ ابن بطالؒ نے اپنی شرح میں اہتمام کے ساتھ یہ اسلوب اپنایا ہے۔ آپؒ جابجا احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت مختلف ممکنہ اشکالات متعین کرکے ان کا تحقیقی دیتے ہیں، اور اس ضمن میں بہت سارے احکام بھی بیان کرتے ہیں۔

جیسے "باب لا تحلفوا بآبائكم" کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ، عليه السَّلام، أَدْرَكَ عُمَرَ، وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ فَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ: (إِنَّ اللَّهَ

يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ) . قَالَ عُمَرُ: فَوَاللَّهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ، عليه السَّلام.21

ایک دفعہ سفر میں) آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ مسافروں کی ایک جماعت کے بیچ چل رہے تھے۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی قسم کھائی۔ تو آپ ﷺ فرمانے لگے: " اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آباء واجداد کے نام پر قسم کھانا ممنوع قرار دیا ہے۔ جو شخص قسم کھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد میں نے کبھی ایسی قسم نہیں کھائی۔

اس حدیث سے یہ حکم معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر قسم کھانا ممنوع ہے، اگر کوئی قسم کھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔ اس ضمن میں ایک اشکال بہت واضح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں۔ علامہ ابن بطالؒ یہی اشکال واضح کر کے اس کا جواب پیش فرماتے ہیں:

فالجواب أن الله أقسم بما شاء من خلقه، ثم بين الرسول ما أراد الله من عباده أنه لا يجوز لأحد أن يحلف بغيره، لقوله: (من كان حالفًا فليحلف بالله) 22.

جس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کی ممانعت کا حکم مخلوق کے لیے ہے، جبکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں۔

اس اشکال اور جواب کے ساتھ علامہ ابن بطالؒ نہایت خوش اسلوبی سے قرآن مجید اور شریعت مطہرہ پر وارد ہونے والے اشکال کا دفعیہ فرمایا، اور اس ضمن میں یہ مسئلہ بھی واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ احکام شریعت کو وضع کرنے والا ہے نہ احکام شریعت کا پابند ہے، اللہ تعالیٰ کی شان کو مخلوقات پر قیاس کرنا درست نہیں۔

4.10 احادیثِ احکام کی تشریح کے ساتھ تہذیب اخلاق کی تعلیم دینا

شریعت کے احکام سے اصل مقصود حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اس بناء پر سلف صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ دینی علوم اور فقہی احکامات کی تعلیم و تعلم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن بطالؒ اپنی شرح میں احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت مختلف مواقع معاشرتی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے اور اخلاق تہذیب و تربیت پر گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔

جیسے کتاب البیوع کے پہلے باب "باب ما جاء فی قول الله تعالى: (فإذا قضيت الصلاة فانتشروا فى الأرض

(إلى آخر السورة ")23 کے تحت تجارت کے جواز وترغیب سے متعلق حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أباح الله التجارة فى كتابه وأمر بالابتغاء من فضله، وكان أفاضل الصحابة يتجرون ويتحرفون فى طلب المعاش...... الخ.24

جس کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے تجارت جائز کر دی ہے، اور روزی تلاش کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم معاش کی طلب کے واسطے تجارت اور پیشہ گری کرتے تھے۔

علماء نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے؛ کیونکہ اس صورت میں محتاجی کی ذلت کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد مختلف علماء کے اقوال نقل کیے ہیں جن میں خود کمانے کی ترغیب اور دوسروں کے سہارے بیٹھ کر مفت کی روٹیاں توڑنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اس تشریح میں علامہ ابن بطالؒ جہاں ایک طرف تجارت کا جواز کا مسئلہ بیان فرمارہے ہیں۔ تو دوسری طرف معاشرے کی اصلاح اور اخلاقی تہذیب کے درس کے ضمن میں امت کو تجارت اور محنت کی ترغیب دے رہے ہیں اور دوسروں کا محتاج بن کر ذلت کی زندگی گزارنے کی حوصلہ شکنی فرمارہے ہیں۔

4.11 امام مالکؒ کے علاوہ دیگر فقہاء کے مؤقف کو ترجیح دینا

علامہ ابن بطالؒ اگرچہ فقہ مالکی کے پیروکار ہیں، اور اپنی شرح میں عموما مالکی مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن آپؒ کا یہ طرزِ عمل دیانت اور علمیت پر مبنی ہوتا ہے۔ احادیث احکام کی تشریح میں آپؒ تعصب سے مکمل احتراز کرتے ہوئے دلائل کے روشنی میں جو مؤقف درست لگے اسے اختیار فرماتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات وہ مؤقف امام مالکؒ کے مؤقف کے برخلاف ہوتا ہے، لیکن اس کو اختیار کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔

جیسا کہ "باب الصلاة في مواضع الإبل" کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے:

فيه: ابن عمر: أنه كان يصلي إلى بعيره، فقال: رأيت الرسول (صلى الله عليه وسلم) يفعله. 25

اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت وارد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ (سفر میں) اونٹ (کو بٹھا کر اس) کی آڑ میں نماز پڑھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن بطالؒ اونٹوں کے باڑے میں نماز کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلف العلماء فى هذا الباب، فكره مالك، والشافعى الصلاة فى أعطان الإبل.

اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیتے ہیں۔

اس کے برعکس احناف کا مؤقف یہی ہے کہ اونٹوں کے باڑے نماز جائز ہے بشرطیکہ نجاست نہ ہو۔ چونکہ اس مسئلے میں احناف کا مؤقف دلائل کے لحاظ سے مضبوط ہے، اس لیے مالکی ہونے کے باوجود علامہ ابن بطالؒ کا رجحان اس مسئلے میں احناف کی طرف ہے۔ علامہ ابن بطالؒ امام طحاویؒ کا طویل کلام نقل کرتے ہیں جس میں تفصیل کے ساتھ دلائل کی روشنی میں احناف کا مؤقف ثابت کیا گیا ہے، اور فریق مخالف کے دلائل کا رد کیا گیا ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں:

وقال الطحاوی: ذهب قوم إلى أن الصلاة فى أعطان الإبل مكروهة حتى غلا بعضهم فى ذلك... الخ

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اہل علم اونٹوں کے باڑے میں نماز کی کراہت اور ممانعت کے قائل ہیں، جو مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جیسے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت:صلوا فی مرابض الغنم، ولا تصلوا فی أعطان الإبل ''بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو''۔ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت:لا تصلوا فی مبارك الإبل وصلوا فی مرابض الغنم 26 ''اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو اور بکریوں کے باڑے میں پڑھا کرو''۔

اس کے برعکس احناف کا مؤقف یہ ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا درست ہے، مذکورہ بالا احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے اونٹوں کے مالکان اونٹوں کے باڑے میں ہی قضائے حاجت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہاں ناپاکی پھیل جاتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اونٹوں کے پاس نماز پڑھتے ہوئے ان سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بکریوں کے باڑے میں مذکورہ دونوں وجوہات نہیں ہوتی، اس لیے وہاں نماز کی اجازت دے دی گئی۔ باقی اونٹ اور بکری کا حکم نجاست اور طہارت کے حوالہ بالکل ایک ہے، لہذا نقلی و عقلی دلائل کا تقاضا یہی ہے جس طرح بکریوں کے باڑے میں نماز درست ہے اسی طرح اونٹوں کے باڑے میں بھی درست ہو گی، اور یہی امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے۔

4.12 احادیثِ احکام کی تشریح وترجیح میں اصولِ حدیث کو بروئے کار لانا

علامہ ابن بطالؒ احادیث احکام کی تشریح وتفصیل کرتے ہوئے ان سے احکام کے استنباط کرتے رہتے ہیں، اختلافی مسائل میں فقہاء کے دلائل پیش کرتے ہیں، اور فریقین کے دلائل کے مابین محاکمہ کرتے ہوئے مضبوط اور درست مؤقف کو ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دوران درست فنی اور علمی بحث کرتے ہیں، اور اصول و قواعد اور ضوابط و دلائل کو زیر بحث لاتے ہوئے اصول حدیث کو بھی بروئے کار لاتے ہیں۔ جیساکہ "باب خروج النبي صلى الله عليه وسلم في الاستسقاء" کے عنوان تحت حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت: "خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ، يَسْتَسْقِي وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ.27" ذکر کی ہے۔ اس حدیث کے تشریح میں استسقاء کی نماز کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أجمع المسلمون على جواز الخروج إلى الاستسقاء والبروز إليه فى المصلى عند إمساك

الغيث عنهم. واختلفوا في الصلاة، فقال أبو حنيفة: يبرز المسلمون للدعاء.........الخ".

استسقاء یعنی بارش کی طلب کے لیے آبادی سے باہر عید گاہ وغیرہ کی طرف نکلنے میں پوری امت کا اتفاق ہے، البتہ اس دوران باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے حوالے سے امام ابو حنیفہؒ کا مؤقف یہ ہے کہ یہ مسنون نہیں۔

اس کے برعکس جمہور فقہاء بشمول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مؤقف یہ ہے کہ اس دوران مخصوص طریقے سے باجماعت نماز بھی مسنون ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا استدلال حدیثِ باب سمیت ان احادیث وآثار سے ہے جن میں صرف عید گاہ کی طرف نکلنے کا بیان ہے۔ اس کے برعکس جمہور فقہاء کا ان احادیث سے استدلال کرتے جن میں آپ ﷺ کی باجماعت نمازِ استسقاء کی تصریح ہے۔ علامہ ابن بطالؒ فریقین کے دلائل کے مابین محاکمہ کي دوران اصول حدیث کے مشہور ضابطے "زيادة الثقة مقبولة" پر عمل کرتے ہوئے امام مالک اور جمہور کے مؤقف کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وليس تقصير من قصر عنها بحجة على من ذكرها بل الذى رواها أولى؛ لأنها زيادة يجب قبولها. 28

جن روایات میں نماز پڑھنے کے حوالے سے بیان موجود نہیں وہ ان روایات کے مقابلے میں حجت نہیں جن نماز پڑھنے کا بیان ہے، بلکہ جن روایات میں نماز پڑھنے کے حوالے سے بیان وارد ہے وہی راجح ہیں؛ کیونکہ (ثقہ راوی کی طرف سے) اضافہ قبول کرنا لازم ہے۔

5 نتائج بحث

- علامہ ابن بطالؒ اپنی کتاب میں اصولِ حدیث کو بروئے کار لاتے ہوئے احکام کی تشریح اور توضیح کی ہے۔
- احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت علامہ ابن بطالؒ فقہاء کے مابین اتفاقی مسائل میں اختصار سے کام لیتے ہیں۔
- اجماعی مسائل میں اختلاف کرنے والے پر نکیر کرتے ہیں۔اسی طرح کبھی سوال وجواب کا اسلوب بھی اختیار کرتے ہیں۔
- اختلافی مسائل میں عموما امام مالکؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن بعض اوقات دلائل کی بنیاد امام مالکؒ کے ساتھ اختلاف بھی کرتے ہیں۔
- احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت علامہ ابن بطالؒ بوقت ضرورت احادیث کے مابین تطبیق کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔
- اصحاب علم وفضل جیسے امام طحاوی، مہلبؒ اور ابن قصارؒ وغیرہ کے اقوال کے ساتھ بھی احادیث احکام کی تشریح کرتے ہیں۔
- احادیث احکام کی تشریح کرتے وقت موقع محل کی مناسبت سے تہذیبِ اخلاق کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

1 الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد، سير أعلام النبلاء، القاهرة: دار الحديث، ١٤٢٧ھ، ج13، ص303

Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Aḥmad, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, al-Qāhirah: Dār al-Ḥadīth, 1427H, j. 13, ṣ. 303

2 سعد، قاسم علي، الدكتور، جمهرة تراجم الفقهاء المالكية، دبي: دار البحوث للدراسات الإسلامية وإحياء التراث، ١٤٢٣ھ، ج2، ص849-848

Saʿd, Qāsim ʿAlī, al-Duktūr, Jumhurat Tarājim al-Fuqahāʾ al-Mālikiyyah, Dubayy: Dār al-Buḥūth lil-Dirāsāt al-Islāmiyyah wa-Iḥyāʾ al-Turāth, 1423H, j. 2, ṣ. 849-848

3 البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه، كتاب الوضوء، باب: لا تقبل صلاة بغير طهور، بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ، رقم: 1335.

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ṣallā Allāh ʿalayh wa-sallam wa-Sunanih wa-Ayyāmih, Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb: Lā Tuqbal Ṣalāt bi-Ghayr Ṭuhūr, Bayrūt: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422H, raqm: 1335

4 ابن بطّال، أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخاری لابن بطال، الرياض: مكتبة ١٤٢٣ھ، ج1، ص218

Ibn Baṭṭāl, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Khalaf ibn ʿAbd al-Malik, Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī li-Ibn Baṭṭāl, al-Riyāḍ: Maktabat al-Rāshid, 1423H, j. 1, ṣ. 218

5 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الوضوء، باب من لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، رقم: 139.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb Man Lā Yatawaḍḍaʾ min al-Shakk ḥattā Yastaīqan, raqm: 139

6 ابن بطّال، ج1، ص223

Ibn Battāl, vol 1, P 223

7 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع، رقم: 141.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb al-Tasmiyah ʿalā Kull Ḥāl wa-ʿInd al-Wiqāʿ, raqm: 141

8 ابن بطّال، ج1، ص231-230

Ibn Battāl, vol 1, P 220-231

9 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الأضاحي، باب سنة الأضحية، رقم: 5554.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Aḍāḥī, Bāb Sunnat al-Uḍḥiyah, raqm: 5554

10 ابن بطّال، ج6، ص6-5

Ibn Battāl, vol 6, P 5-6

11 البخاري، الجامع، كتاب الوضوء، باب لا يستنجى بروث، رقم الحديث: 156

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ, Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb Lā Yastanjā bi-Rawth, raqm al-ḥadīth: 156

12 ابن بطال، ج1، ص247

Ibn Battāl, vol 1, P 247

13 الذهبي، سير أعلام النبلاء، ج13، ص226

Al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ,vol. 13, ş. 226

14 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد، رقم:454.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Aṣḥāb al-Ḥirāb fī al-Masjid, raqm: 454

15 ابن بطال، ج2، ص104

Ibn Battāl, vol 2, P 104

16 الذهبي، سير أعلام النبلاء، ج12، ص541

Al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, j. 12, ş. 541

17 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله، رقم:1513.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Wujūb al-Ḥajj wa-Faḍlih, raqm: 1513

18 ابن بطال، ج4، ص185-186

Ibn Battāl, vol 4, P 185-186

19 البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب سفر الاثنين، رقم:2848

Al-Bukhārī, Kitāb al-Jihād wa-al-Siyar, Bāb Safar al-Ithnayn, raqm: 2848

20 ابن بطال، ج5، ص55-56

Ibn Battāl, vol 5, P 55-56

21 البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب لا تحلفوا بآبائكم، رقم الحديث6646

Al-Bukhārī, Kitāb al-Aymān wa-al-Nudhūr, Bāb Lā Taḥlifū bi-Ābāʾikum, raqm al-ḥadīth: 6646

22 ابن بطال، ج6، ص97

Ibn Battāl, vol 6, P 97

23 القرآن الكريم،62:11-12

Al-Qurān Al karim, 62: 11-12

24 ابن بطال، ج6، ص190

Ibn Battāl, vol 6, P 190

25 البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في مواضع الإبل، رقم الحديث430

Al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb al-Ṣalāh fī Mawāḍiʿ al-Ibil, raqm al-ḥadīth: 430

26 ابن بطال، ج2، ص83-85

Ibn Battāl, vol 2, P 83-85

27 البخاري، الجامع الصحيح، أبواب الاستسقاء، باب الاستسقاء وخروج النبي صلى الله عليه وسلم في الاستسقاء، رقم:1005.

Al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Abwāb al-Istisqāʾ, Bāb al-Istisqāʾ wa-Khurūj al-Nabī ṣallā Allāh ʿalayh wa-sallam fī al-Istisqāʾ, raqm: 1005

28 ابن بطال، ج3، ص5

Ibn Battāl, vol 3, P 5